۴۲واں باب

نبوت کا پانچواں سال (جاری)

نئے نئے سوالات، نئی نئی سازشیں

۴۲ واں باب

نئے نئے سوالات، نئی نئی سازشیں

نبی ﷺ کی نبوت کا پانچواں سال اپنے اختتام کی جانب رواں دواں ہے۔ کفار مکّہ نے اُس وقت نبی ﷺ کے خلاف دو محاذ کھولے ہوئے تھے: پہلا یہ کہ فضول جھگڑے اور بحثیں چھیڑ کر اور طرح طرح کے اعتراضات اُٹھا کر توحید کی دعوت، قیامت کے وقوع اور رسالت کے بارے میں اتنے سوالات اور اُلجھنیں لوگوں کے اذہان میں پیدا کر دی جائیں کہ اہلِ ایمان زچ ہو جائیں۔ دوسرا یہ کہ نبی ﷺ کو کسی طرح قتل کر دیا جائے۔ اللہ رب العالمین کی براہِ راست حفاظت اور ظاہر بین نظروں میں قبائلی نظام کی بندشوں کی وجہ سے وہ اپنے ارادے میں کبھی کامیاب نہ ہو سکے۔

یہ وہ حالات تھے جن میں سورۃ الْمُؤْمِن یا سورۃ غَافِر نازل ہوئی، پچھلے متصل ابواب میں سورۃ لُقْمَان، سورۃ الْبُرُوْج، سورۃ الْعَنْکَبُوْت اور سورۃ الزُّمر آپ مطالعہ کر چکے ہیں، آپ جانتے ہیں کہ معاملات کہاں تک پہنچ چکے ہیں اور قریش اہلِ ایمان کو زچ کرنے کے چکر میں خود کتنے زچ ہو چکے ہیں، مومنین تبلیغِ دین اور اقامتِ دین کے لیے اور عزتِ نفس کے ساتھ معاشرے میں اپنے دین پر عمل کرنے کے لیے موقع نہیں پا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیہم اشارے مل رہے ہیں کہ اللہ کی زمین کشادہ ہے، اپنے مشن کی تکمیل کے لیے ترکِ وطن کیا جا سکتا ہے۔

کیا نبی ﷺ کی بھی موسیٰ علیہ السلام کی طرح ایک مردِ مومن سے نصرت کی جائے گی

اس سورۃ میں ایک مردِ مومن کا قصہ تفصیل سے مذکور ہے، جس طرح سورۂ یٰسین میں ایک مردِ مومن کا تذکرہ ہے، اسی طرح یہاں موسیٰ علیہ السلام کے دورِ نبوت میں اپنے ایمان کا اظہار کرنے والے ایک مردِ مومن کا تذکرہ ہے جو کفّار کی صفِ اوّل سے کٹ کر نکلتا ہے، اپنے ایمان کا کسی لومۃ لائم کے بغیر واشگاف طریقے سے اعلان کرتا ہے اور دین کی بنیادی باتوں کو انتہائی مدلل انداز سے فصیح

وبلیغ تقریر میں ادا کرتا ہے، اس تقریر کو قرآن حکیم پوری نقل کرتا ہے۔ کسی بھی انسان کی بشمول تمام انبیا کے، اتنی طویل تقریر قرآن مجید میں کہیں نہیں آئی۔

میرا اپنا گمان ہے کہ اس سورۃ کے نزول کے چند ہی ماہ بعد کفّارِ قریش کی صفِ اوّل سے حمزہ بن عبدالمطلب اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کا کٹ کر آنا اور اہلِ ایمان کی صفوں میں شامل ہو جانا اور مومنین کے محاذ کو اس درجے تقویت پہنچانا کہ وہ حرم میں نماز ادا کرنے کے قابل ہو جائیں، اس سورۃ کے مردِ مومن کی تعبیر بھی تھی۔ آیئے اب اس سورۃ کا مطالعہ کرتے ہیں۔

۶۰: سورۃ المُؤمِن / غَافِر [۴۰ — ۲۴: فمن اظلم]

اللہ رب العالمین اس سورۃ کا آغاز اس طرح کر رہے ہیں کہ مکّہ کی سرزمین میں اِس قرآن کی مخالفت میں وہی لوگ کٹ حجتیاں کر رہے ہیں جو قیامت کے انکاری ہیں۔ ملک میں جن لوگوں نے معاملات کو اپنے ہاتھ میں لیا ہوا ہے اور آخرت سے بے خوف ہو کر ملک میں دندنا رہے ہیں وہ کسی غلط فہمی میں نہ رہیں، اُن سے پہلے گزری قومیں بھی یہی طرزِ عمل اختیار کر کے عذابِ الٰہی کا شکار ہو چکی ہیں۔

تھوڑی سی توجہ سے اِن آیات کے مفہوم کو اگر پڑھا جائے تو قارئین محسوس کر لیں گے کہ قرآن کا ایک ایک لفظ اُن حالات پر بھرپور تبصرہ ہے جن سے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور آپ کے رفقاء گزر رہے تھے اور قارئین کی نظروں کے سامنے سے کفار کی ایک ایک حرکت بھی گزر جائے گی اور نت نئے اعتراضات کے ساتھ اُن کے مالک الملک کی جانب سے جوابات بھی اُن کو نظر آ جائیں گے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حٰمٓ یہ کتاب اللہ رب العالمین کی جانب سے نازل کی جا رہی ہے جو سب پر حاوی، سب کو قابو میں کرنے والا زبردست بادشاہ، سب کچھ جانتا ہے، گناہوں کو بخشنے والا، گناہوں سے پلٹ کر آنے والوں کی معذرت قبول کرنے والا، جو گناہوں کا ارتکاب کریں اور ان گناہوں سے توبہ نہ کریں اُن کو سخت سزا دینے والا اور بڑی ہی قدرت والا ہے۔ کوئی الٰہ نہیں اس کے سوا جس کی عبادت کی جا سکے، بعد موت سب کو اُسی کے دربار میں حاضر ہونا ہے۔ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ ۙ ذِی الطَّوْلِ ؕ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ؕ اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ ﴿۳﴾

اللہ کے کلام میں بس وہی کٹ حجتیاں کر رہے ہیں جو قیامت کے انکاری ہیں۔ پس زمین پر ان کی چلت پھرت اور شان و شوکت تمھیں ان کی کسی بڑائی یا کامیابی کے مغالطے میں نہ مبتلا کرے۔ اے محمدؐ اہلِ مکّہ [تمھاری قوم] سے پہلے نوحؑ کی قوم بھی اپنے رسول کو اسی طرح جھٹلا چکی ہے، اور ایک نوحؑ کی قوم پر کیا منحصر، نوحؑ کے بعد بہت ساری دوسری قوموں اور گروہوں نے بھی اپنے رسولوں کے ساتھ یہی انکار کا وطیرہ اختیار کیا۔ جس قوم کے درمیان بھی ہمارا پیغامبر آیا، اُس قوم نے اپنے رسول پر [مارنے کے ارادے سے] ہاتھ اُٹھایا تاکہ اسے قابو کر لیں۔ ان سب نے ہمارے کلام پر فضول اور بے ہودہ باتوں اور چوٹوں سے ہمارے رسولوں کے ساتھ مباحثہ کیا کہ حق کو نیچا دکھا دیں۔ مگر آخر کار میری سخت پکڑ نے اُن کو آلیا، پھر دیکھ لو کس طرح تاریخ کے اوراق میں وہ عبرت کا نمونہ اور آثارِ قدیمہ بن کر رہ گئے، محمدؐ کے ساتھ ایسا ہی رویہ اختیار کرنے والو! دیکھا تم نے کہ میری سزا کیسی سخت تھی!! اے نبیؐ جس طرح پہلی قوموں پر تیرے رب کے عذاب کا کوڑا برسا، اُسی طرح تیرے رب کا فیصلہِ عذاب تیری قوم کے اُن لوگوں پر بھی چسپاں ہو چکا ہے جنھوں نے تیری تکذیب کی ہے وہ واصلِ جہنّم ہونے والے ہیں۔ [مفہوم آیات ۱ تا ٦]

کفارِ مکّہ نے فرشتوں کی سفارش پر بھروسہ کر لیا تھا کہ روزِ قیامت وہ اُن کو بچا لیں گے، اسی طرح کے عوارض تمام نبیوں کی بگڑی ہوئی مشرک اور بدعتی گروہوں میں پرورش پا جاتے ہیں جیسے دینِ ابراہیمی کے حامل مشرکین، مکّہ میں جڑ پکڑ گئے تھے۔

عرشِ الٰہی کو تھامے اور اُٹھائے ہوئے آٹھ فرشتے اور وہ جو اُس عرش کے گرداگرد مقرب فرشتے ہیں، سب اپنے رب کی پاکی بیان کر رہے ہیں اُن بے ہودہ شرکیہ الزامات سے جو یہ مشرکین اُس بابرکت ذات پر چسپاں کرتے ہیں، اُن فرشتوں کی اِس تسبیح میں اُس کی تعریف اور شکریے کے ترانے بھی اُن کی زبانوں پر رواں ہیں۔ وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اہلِ ایمان کی مغفرت کی دُعائیں کرتے ہیں کہ: اے ہمارے رب، زمین پر جاری حق و باطل کی کشمکش سے تو اچھی طرح واقف ہے، تیرا علم وسیع ہے اور اسی طرح تیری رحمت بھی بے پایاں ہے، پس معاف کر دے اور عذاب جہنّم سے بچا لے محمدؐ کے اُن تمام ساتھیوں کو جنھوں نے اپنی سابقہ جاہلیت کی حرکتوں اور افکار و عقائد سے توبہ کی اور تیرے دینِ اسلام کی طرف پلٹ کر تیرے راستے کی پیروی کی، اے ہمارے رب، اِن کو داخل فرما ہمیشگی کے باغوں میں جن میں داخل کرنے کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور اُن کے والدین، بیویوں، شوہروں اور

اولاد میں سے جو صالح ہوں اُن کو بھی انھی ہمیشگی کے باغوں میں پہنچادے تو بلا شبہ عزیز و حکیم ہے۔اور اے پروردگار! ان سب اہلِ ایمان کو برائیوں سے محفوظ رکھ جس کو تو نے قیامت کے دن برائیوں کے برے نتائج سے بچالیا، حقیقت یہ ہے اس پر تو نے بڑا رحم کیا، یہی بڑی کامیابی ہے۔
[مفہوم آیات ۷ تا ۹]

اگلی آیات میں قیامت کے روز مشرکین کا اقرارِ جرم کرنا اور ہائے وائے کرنے کا منظر کھینچا گیا ہے، اور بتایا جارہا ہے کہ اے نابکارو! دعوتِ محمدیہ ﷺ سے اعراض کر کے تم کس طرح اپنے خالق و مالک کو ناراض اور بے زار کر رہے ہو۔ وہ اللہ تو دلوں کے بھیدوں تک کو جانتا ہے، قیامت کے دن کوئی بھی مشرکوں کی شفاعت نہ کر سکے گا، اُس دن سارا کا سارا اختیار ایک اللہ ہی کا ہو گا۔ اُس دن مشرکین کی فریادیں رائیگاں جائیں گی اور اللہ کی جانب سے اُن پر پھٹکار ہو گی۔

قیامت کے روز ایک منادی ہو گی کہ اے گروہِ کفار آج یہ بات جان لو کہ پروردگارِ عالم کی تم سے بے زاری اُس وقت جب تم ہمارے رسول کی تکذیب کرتے اور ہماری آیات کو مان کر نہ دیتے تھے، اِس بے زاری سے کہیں زیادہ ہوتی تھی جتنی آج تمھیں اپنے آپ سے ہو رہی ہے!! لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ یاد ہے نا، ہمارا نبی تمھیں ایمان کی طرف بلاتا تھا اور تم کفر ہی پر اڑتے تھے۔ وہ کہیں گے اے ہمارے رب، تو نے واقعی اپنے قول[87] کے مطابق ہمیں دو دفعہ موت اور دو دفعہ زندگی دے دی اب ہم بلا تامل اپنی خطاؤں کا اقرار کرتے ہیں، بتا کیا اب ان خطاؤں کے وبال سے نکلنے کا بھی کوئی راستہ ہے؟ جواب ملے گا: یہ انجامِ بد تم اس لیے دیکھ رہے ہو کہ جب ایک اکیلے اللہ کی بندگی کی دعوت دی جاتی تھی تو تم صاف انکار[88] کر دیتے تھے ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ [اور اگر جاہلیت کے مارے اُس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے تو تم فوراً مان لیتے، تمھارے دل کی کلی کھل اُٹھتی تھی۔] اب فیصلہ تو صرف اُسی اللہ بزرگ و برتر کے ہاتھ میں ہے جس کے تم انکاری تھے۔ وہ اللہ ہی ہے جو آفاق و انفس میں بکھرے اپنی ذات کے شواہد تم کو دکھاتا ہے، دیکھو وہ آسمان سے برستے پانی اور سورج کی حیات بخش حرارت سے تمھارے لیے رزق مہیا کرتا ہے،

۸۷ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾ [البقرہ] تم اللہ کے ساتھ کیسے کفر کرتے ہو جب کہ تم مردہ تھے، اس نے تمھیں زندگی بخشی، پھر وہ تمھیں موت دے گا اور پھر دوبارہ زندہ کر دے گا۔

۸۸ یاد کرو اور اپنے دل کو ٹٹولو، تمھارے دل اس سے ناگواری محسوس کرتے اور تم اس سے نفرت کرتے تھے۔

مگراِن شواہد کا مشاہدہ صرف اللہ کی طرف رجوع کرنے والا شخص ہی کر پاتا ہے، پس نبیؐ کی دعوت پر سب سے کٹ کر ایک اللہ کی طرف رجوع کرنے والو! اللہ ہی کو پکارو اپنی زندگی کے سارے امور و اطوار کو اس کے لیے خالص کرلو (اُس کا دین قبول کرلو) خواہ تمھارا یہ فعل کافروں [قریش کے سرداروں / سوسائیٹی کے صاحبانِ اقتدار] کو کتنا ہی ناگوار گزرے۔ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

[مفہوم آیات ۱۰ تا ۱۴]

وہ بلند درجوں والا عرش کا مالک، اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اپنی مرضی سے نبوت عطا کر دیتا ہے تاکہ وہ لوگوں کو قیامت کے دن کی ملاقات سے ڈرائے۔ وہ دن جب سارے انسان اللہ کے سامنے بے نقاب ہوں گے، اُن کی کوئی بات بھی اللہ سے پوشیدہ نہ ہو گی۔ اُس روز ساری کائنات میں ایک صدا گونجے گی: آج بادشاہی کس کی ہے؟ سارا عالم بہ یک آواز پکار اٹھے گا: اللہ واحد و قہار کی۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ

اعلان ہو گا کہ آج ہر متنفس کو اس کے کیے کا بدلہ ملے گا، آج کسی پر کوئی ظلم نہ ہو گا، بے شک اللہ جلد ہی حساب کتاب کو تکمیل تک پہنچا دینے والا ہے۔ اے نبیؐ ان لوگوں کو قریب آلگی آفت سے ڈرائیے، جب غم کے ماروں کے دل دہشت سے اچھل کر حلق میں آ پھنسیں گے۔ غم سے لوگ گھٹے جا رہے ہوں گے۔ ظالموں کا کوئی مخلص دلی دوست نہ ہو گا اور نہ کوئی اُن کی شفاعت کے لیے بولنے والا جس کی بات مانی جائے۔ اللہ آنکھوں کی خیانت[۸۹] اور نگاہوں کی چوری تک سے واقف ہے۔ وہ تو اُن رازوں تک کو جانتا ہے جو سینوں نے چھپائے ہوتے ہیں۔ اور اللہ ٹھیک عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرے گا۔ رہے وہ جھوٹے معبود جن کو یہ مشرکین اللہ کے سوا پکارتے ہیں، وہ کسی چیز کا بھی فیصلہ نہیں کریں گے۔ بلاشبہ اللہ ہی سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

[مفہوم آیات ۱۵ تا ۲۰]

اللہ تعالیٰ تاریخ سے شہادت پیش کر رہے ہیں کہ رسولوں کی انکاری قوموں کو اللہ نے کس طرح برباد کیا، اے اہلِ مکّہ! کیا تمھاری عقل میں کوئی صاف اور سیدھی بات سماتی ہے؟ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دعوت کے منکر سردارانِ قریش کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ یہی حشر تمھارا ہونے والا ہے۔

۸۹ آنکھوں آنکھوں میں کہی بات جو زبان افشائے راز کے خطرے سے ادا نہیں کرتی یا زبان سے کہی بات کے برخلاف منافقانہ بات یا اشاروں سے وہ افشائے راز جو نہیں ہونا چاہیے ۔

کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ انھیں تاریخ کی گزرگاہوں میں قوموں کا انجام نظر آتا؟ وہ اِن سے [قریش سے] کہیں زیادہ طاقت و قوت والے تھے اور اپنی شان و شوکت اور صلاحیت و مہارت کے اعتبار سے زبردست یادگاریں [آثارِ قدیمہ] زمین پر چھوڑ گئے ہیں۔ مگر اللہ نے ان کے گناہوں کے جرم میں انھیں پکڑ لیا اور اللہ کی سزا سے ان کو چھڑانے والا کوئی نہ تھا۔ ان کا یہ انجام اس لیے ہوا کہ اُن کے لیے اللہ کی جانب سے مبعوث کیے ہوئے رسول کھلی کھلی نشانیاں اور واضح دلائل لے کر اُن کے پاس آئے تو انھوں نے حق کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ آخر کار اللہ نے ان کو پکڑ لیا، حقیقت یہ ہے کہ وہ بڑا طاقت ور، سزا دینے میں بہت سخت ہے۔ [مفہوم آیات ۲۱ تا ۲۲]

یہاں سے آگے ایک طویل سلسلہ کلام ہے جس میں فرعون کے سامنے موسیٰ علیہ السلام کی دعوت اور اُن کی باہمی گفتگو اور مباحثے کو تفصیل سے پیش کیا گیا ہے جس میں فرعون موسیٰ علیہ السلام کو قتل کی دھمکی دیتا ہے جسے موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی پشت پناہی پر اعتماد کر کے جرأت اور حقارت کے ساتھ نظر انداز کر دیتے ہیں اور درباریوں میں سے ایک مردِ مومن جس نے اپنے ایمان کو اب تک چھپایا ہوا تھا، اپنے ایمان کا واشگاف اعلان کرتا ہے اور فرعون اور اُس کی کابینہ کے سامنے دعوتِ توحید اور قیامت کا ڈراوا پیش کرتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لیے کافر سرداروں کی بے چینی

ہر دور میں کفر کا اقتدار اسلام کے علمبرداروں کے رہنما کو قتل کرنے کے لیے بے چین رہتا ہے، فرعون موسیٰؑ کو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو، ناصر حسن البنا اور سید قطب کو، حسینہ واجد ملا عبدالقادر اور مطیع الرحمٰن کو وغیرہ وغیرہ، قریش آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لیے قریش کتنے بے چین تھے اس کا اندازہ ذیل کے واقعات سے کیا جا سکتا ہے۔ یہ واقعات پچھلی جلدوں کے مختلف ابواب میں نسبتاً تفصیل سے آچکے ہیں۔

حالتِ نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی ابو جہل دو مرتبہ کوشش کر چکا تھا، ایک مرتبہ وہ سجدے کی حالت میں آپؐ کی گردن کو اپنے پیر سے رگڑنا چاہتا تھا، مگر جونہی آگے بڑھا جبریل علیہ السلام نے بیچ میں آکر اُس کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ دوسری مرتبہ وہ آپ کو حالتِ نماز میں دورانِ سجدہ

ایک بڑے پتھر سے کچلنا چاہتا تھا مگر اس مرتبہ بھی اس نے دیکھا کہ ایک خوف ناک اونٹ اُس کی گردن اُچک لینا چاہتا ہے اور وہ بھاگ آیا۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کعبہ میں نماز ادا کر رہے تھے۔ یکایک عُقبہ بن ابی مُعَیط آگے بڑھا اور اُس نے آپ کی گردن میں کپڑا ڈال کر اسے بل دینا شروع کر دیا تاکہ گلا گھونٹ کر آپ کو مار ڈالے مگر عین وقت پر ابو بکر رضی اللہ عنہ پہنچ گئے اور انھوں نے دھکا دے کر اسے ہٹا دیا۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جس وقت ابو بکر صدیقؓ اُس ظالم سے کشمکش کر رہے تھے اس وقت اُن کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے کہ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ کہ کیا تم ایک شخص کو صرف اِس قصور میں مارے ڈالتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے؟

ایک مرتبہ سردارانِ قریش ولید بن مغیرہ کے بیٹے عُمارہ کو اپنے ہم راہ لے کر ابو طالب کے پاس آئے اور اُن سے کہا کہ: اے ابو طالب! یہ قریش کا سب سے عمدہ نوجوان ہے، آپ اسے اپنا متبنیٰ (منہ بولا بیٹا) بنالیں اور اس کے بدلے میں آپ اپنے اس بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دیں تاکہ ہم اسے قتل کر دیں۔ بس یہ ایک آدمی کے بدلے ایک آدمی کا حساب ہے۔ ابو طالب نے کہا: اللہ کی قسم! کتنا بُرا سودا ہے جو تم لوگ مجھ سے کر رہے ہو۔ تم اپنا بیٹا مجھ پر چھوڑتے ہو کہ میں اسے کھلاؤں پلاؤں، پالوں پوسوں اور میرا بیٹا مجھ سے طلب کرتے ہو کہ تم اسے قتل کر دو۔

آپ ﷺ کو قتل کرنے کے لیے قریش کی اس بے چینی کو پیشِ نظر رکھیے اور موسیٰ علیہ السلام کی سرگذشت میں دیکھیے کہ اقتدارِ وقت کے تمام ستون کس طرح حق کی راہ میں حائل ہوتے ہیں، فرعون جو سیاسی اقتدار کے ساتھ ملٹری پاور کا بھی حامل ہے، ہامان جو بیورو کریسی اور امورِ داخلہ کا نمایندہ ہے اور قارون جو اہلِ سرمایہ کا نمایندہ ہے، تینوں دینِ حق کی کس طرح مخالفت کرتے ہیں اور اہلِ حق کو قتل کرنے کے درپے ہوتے ہیں۔

آگے کی آیات میں کفّارِ مکّہ کو سمجھایا جا رہا ہے کہ تم محمد ﷺ کے ساتھ جو سلوک کرنا چاہتے ہو ایسا ہی کچھ کام اپنی طاقت کے بل بوتے پر فرعون موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کرنا چاہتا تھا، اب کیا تم بھی اللہ کے نبی کو قتل کرنے کا ارادہ کر کے اُسی وبال میں پھنسنا چاہتے ہو جس میں وہ پھنسا تھا؟

ہم نے موسیٰؑ کو اپنی نشانیوں اور نبوت کی واضح سندوں [لاٹھی کا سانپ بن جانا وغیرہ] کے ساتھ فرعون، ہامان اور قارون کی طرف بھیجا، مگر انھوں نے کہا کہ یہ تو جادو گر ہے اور پکا جھوٹا ہے۔

موسیٰؑ جب ہماری طرف سے حق کا پیغام لے کر اُن کے پاس آیا تو انھوں نے کہا جو لوگ اِس شخص کی باتوں پر ایمان لائے ہیں اُن کے بیٹوں کو قتل کر دو اور لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دو...... اُن کی یہ چال ویسے ہی فضول تھی اور انجامِ کار رائیگاں ہی چلی گئی۔

ایک روز فرعون اپنے مشیروں اور وزیروں سے بولا مجھے چھوڑو، میں ملک میں جاری اس سارے فساد کی جڑ root cause اِس موسیٰؑ ہی کو قتل کیے دیتا ہوں[۹۰]، اور ذرا یہ مدد کے لیے بلا دکھائے اپنے رب کو۔ مجھے خوف ہے کہ یہ تمھارے افکار و مذہب اور طریقِ حیات ہی کو بدل ڈالے گا، یا ملک میں بغاوت و انارکی پیدا کر دے گا۔ [مفہوم آیات ۲۴ تا ۲۶]

تاریخ کے ہر دور میں تحریکِ اسلامی کے رہ نما سزائے موت کو خوشی سے قبول کرتے ہیں

اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور آپؐ کے جاں نثاروں کو بتا رہے ہیں کہ جب فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کی دھمکی دی تو موسیٰ علیہ السلام نے کس بے خوفی کے ساتھ اُس کو نظر انداز کیا، کہا جا رہا ہے کہ یہ منکرینِ حق بظاہر خواہ کتنے ہی طاقت والے اور ظالم ہوں، اور ان کے مقابلے میں اہلِ ایمان خواہ کتنے ہی ناتواں اور بے مایہ ہوں، مگر اُنھیں یقینِ کامل ہونا چاہیے کہ جس اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے وہ کھڑے ہوئے ہیں اُس کی طاقت و قوت ہر دشمنِ حق سے زیادہ ہے، لہٰذا یہ جو قتل کی دھمکی تمھیں دے رہے ہیں، اس کے جواب میں صرف ایک اُس ذات کی پناہ ڈھونڈو جس پر تم ایمان لائے ہو اور پھر اُس پر توکل کر کے بے خوفی سے اپنے مشن کو پورا کرنے میں لگے رہو اِن سے صاف وہی بات کہو جو موسیٰ علیہ السلام نے کہی تھی کہ اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّکُمْ مِّنْ کُلِّ مُتَکَبِّرٍ لَّا یُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ۔

موسیٰؑ نے اس دھمکی اور خطرناک ارادے کے جواب میں بے خوفی سے فرعون کو پیغام دیا کہ

---

۹۰ گویا نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری!

میں نے تو تجھ جیسے روزِ حساب پر یقین نہ رکھنے والے ہر متکبّر کے مقابلے میں اُس ذات کی پناہ ڈھونڈی ہوئی ہے جو میرا بھی رب ہے اور تیرا بھی...... بھلا تو میرا کیا بگاڑ سکے گا! [مفہوم آیت ۲۷]

اس سورۃ کی اگلی آیات میں اللہ ربّ العالمین اب آلِ فرعون کے طبقہ حکم راں Elite class میں سے ایک نو مسلم کا قصّہ سنا رہے ہیں جو موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی دعوت پر ایمان لے آیا تھا۔ جس وقت یہ آیات نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر روح الامین لے کر آئے، اِس قصے کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے اہلِ ایمان انصار و اعوان اور انکار پر اڑے سردارانِ مکّہ کو تین مختلف پیغامات دیے گئے۔ یہ قصہ قریش کے لیڈروں کو سبق حاصل کرنے کے لیے بھی بہت سامان رکھتا ہے اور مکّہ کے اُن لوگوں کے لیے بھی جو دل سے تو قائل ہو چکے ہیں مگر مادّی مفادات اور ایمان لانے کی شکل میں معاشرتی اور معاشی خطرات اُنھیں ایمان کا اظہار کرنے نہیں دیتے۔

اقتدار کی صفوں میں سے ایک مردِ مومن اپنے ایمان کا واشگاف اعلان کرتا ہے

فرعون کی جانب سے قتلِ موسیٰؑ کی تجویز پر فرعون کے مصاحبوں میں سے ایک مومن آدمی، جس نے اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھا ہوا تھا، اپنی قوم کو نبی کے قتل سے باز رکھنے اور اللہ کے عذاب کا نشانہ بننے سے بچانے کے لیے حکمت کے ساتھ گویا ہوا: کیا تم لوگ ایک شخص کو محض اس وجہ سے قتل کر دوگے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ ہی میرا رب ہے؟ اور معاملہ یہ ہے کہ وہ تمھارے رب کی جانب سے تمھارے پاس یقین دلانے والے کھلے معجزے لے کر آیا ہے، حجت اور دلیل میں تمھیں نیچا دکھا چکا ہے۔ اگر وہ جھوٹا ہوگا تو اس کے جھوٹ کا وبال خود اسی پر پلٹ پڑے گا۔ اور اگر وہ سچا ہوا تو جس عذاب کی دھمکی وہ تم کو دے رہا ہے اُس میں سے کچھ نہ کچھ تو تم پر ضرور پڑ کر ہی رہے گا۔

پھر اُس صاحبِ ایمان شخص نے ایک اور پہلو سے گفتگو کی جو موسیٰؑ کے حق کو زیادہ واضح کرتی ہے۔ چناں چہ اُس نے اپنی قوم کی خیر خواہی کرتے ہوئے اُن کو دنیاوی عذاب سے ڈرانے کے بعد آخرت کے عذاب سے ڈرایا اور انھیں ظاہری اقتدار کے دھوکے میں مبتلا ہونے سے روکا۔ وہ اپنی قوم سے مایوس ہوئے بغیر مسلسل اُنہیں حق کی طرف بلاتا رہا۔ مردِ مومن کی اس بے باک حق گوئی پر فرعون ہکّا بکّا رہ گیا اور پریشان ہو گیا، مدافعانہ انداز اختیار کرتے ہوئے اُس نے مردِ مومن کی مخالفت

شروع کی اور اپنی قوم کو موسیٰؑ کی اتباع سے بچانے کے لیے، اپنے جال میں باقی رکھنے اور فریبِ مزید میں مبتلا کرنے کے لیے کہنے لگا کہ "میں تو موسیٰ کو قتل کی رائے بڑی نیک نیتی سے، فساد کو ختم کرانے کے لیے دے رہا ہوں" باقی تم جانو!

مردِ مومن نے کہا: اللہ کسی ایسے شخص کو ہدایت اور کامیابی نہیں دیتا جو حدوں کو پھلانگنے والا اور بے پر کی اُڑانے والا پکا جھوٹا ہو۔ اے میری قوم کے لوگو! ٹھیک ہے کہ آج تمھیں اقتدار و حکومت اور زمین میں غلبہ حاصل ہے مگر اللہ کے عذاب کے مقابلے میں کون ہے جو ہماری مدد کر سکے گا۔ فرعون نے کہا میں تو تم لوگوں کو غور و فکر کے بعد اپنی ایک مناسب رائے دے رہا ہوں اور اے میرے مصاحبو اور وزیرو! میں اپنی ذمہ داری کے مطابق اپنے نظام اور اپنی حکومت کو بچانے کے لیے صحیح جانب تمھاری رہنمائی کر رہا ہوں۔

ایمان والے شخص نے اب بر ملا اپنے ایمان کا اظہار شروع کر دیا اور فرعون کی کونسل کے سامنے اپنے ایمان کو یوں بیان کیا: اے میرے ہم قومو! مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں تم پر بھی ویسا ہی ایک عذاب کا دن نہ آ جائے جس طرح کے یومِ عذاب پہلے بہت سے سرکش لوگ بھگت چکے ہیں، مثلاً جیسا ایک عذاب کا دن قومِ نوحؑ، عاد، ثمود اور ان کے بعد والی قوموں پر آیا تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کسی طرح کا ظلم نہیں چاہتا۔ اے میری قوم کے لوگو! میں ڈر سے مرا جاتا ہوں کہ تم پر کہیں آہ و فغاں کا دن [یَوْمُ التَّنَادِ] نہ آ جائے جب تم ایک دوسرے سے پیٹھ پھیر کر مدد کے لیے چیختے پکارتے بھاگو گے، اور اُس وقت اللہ کی گرفت سے بچانے والا کوئی نہ ہو گا۔ سچی بات یہ ہے کہ جس کو اللہ گم راہ کر دے اسے پھر کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہوتا۔ [مفہوم آیات ۲۸ تا ۳۲]

اس سے پہلے تمھارے پاس اللہ کے نبی یوسفؑ واضح تعلیمات لے کر آئے تھے مگر تم ان کی لائی ہوئی تعلیم کی طرف سے برابر شک ہی میں رہے۔ پھر جب ان کو موت آ گئی تو تم نے گمان کیا کہ اب اللہ کوئی دوسرا رسول تمھارے پاس نہیں بھیجے گا۔ اللہ اسی طرح اُن تمام لوگوں کو گم راہی میں مبتلا رکھتا ہے جو حد سے گزرنے والے اور شبہات میں پڑے رہنے والے ہوتے ہیں اور اللہ کی تعلیمات اور ہدایات میں بغیر علم و دلیل کے کٹ حجتیاں کرتے ہیں۔ اللہ اور ایمان لانے والوں کے لیے ایسے لوگ نہایت مبغوض ہیں۔ اِن کٹ حجتیوں اور پیہم حق کی مخالفت کے سبب اللہ ہر متکبر و جبار کے دل

کو قبول حق کے لیے مہر بند کر دیا کرتا ہے۔ كَذٰلِكَ يَطۡبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلۡبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾۔

[مفہوم آیات ۳۳ تا ۳۵]

مردِ مومن کی اس مدلل اور مخلصانہ گفتگو کے جواب میں فرعون کوئی ٹھوس بات کرنے کے بجائے متکبرین اور مذاق اُڑانے والوں کی مانند اپنے مصاحب خاص سے مخاطب ہوا کہ اے ہامان! میرے لیے ایک آسمانوں کو چھونے والی بلند عمارت بنوا تا کہ میں اُس میں چڑھ کر آسمانوں میں جھانکوں اور موسیٰ کے رب کو تلاش کروں۔ میں تو موسیٰ کو بالکل ہی جھوٹا سمجھتا ہوں، اس طرح ایک سنجیدہ بات فرعون کے دربار میں ہنسی اور مذاق کا نشانہ بن گئی، کسی کا کیا گیا؟ فرعونیوں کے لیے ان کی بد اعمالیاں خوشنما بنادی گئیں اور فرعون راہ راست کی طرف دیکھنے سے محروم کر دیا گیا۔ فرعون کی چال برباد ہو کے رہی۔

[مفہوم آیات ۳۶ تا ۳۷]

مکّہ میں لوگوں کا ایک گروہ ایسا تھا جو دل سے تو محمد ﷺ کی تعلیمات پر یقین لا چکا تھا مگر وہ قریش کی چیرہ دستیوں سے خائف ہو کر حق کا اعلانیہ ساتھ نہیں دے پا رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر اُن کے دل پر دستک دی ہے اور انھیں بتایا ہے کہ جب حق و باطل کی کش مکش اس مرحلے میں آ گئی ہے کہ حق کے علم بردار محمد ﷺ کو قتل کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں تو کیا بزدلی اور نامردی ہے کہ تم ساحل پر بیٹھے طوفاں کا نظارہ کرتے رہو۔ اس صورتِ حال میں جس شخص کا بھی ضمیر زندہ ہو اُسے اللہ توکل پر باطل سے مقابلے پر اُسی طرح آ جانا چاہیے جس طرح فرعون کی کابینہ میں سے ایک حق پرست کسی بھی بڑے سے بڑے نقصان کو خاطر میں لائے بغیر حق کی حمایت کے لیے اُس وقت کھڑا ہو گیا تھا جب فرعون نے موسیٰؑ کو قتل کرنا چاہا تھا۔ جب ایمان نے اُس کے دل پر دستک دی تو پھر کوئی مصلحت اُسے اعلانِ حق کے لیے زبان کھولنے سے باز نہ رکھ سکی، اُس نے اللہ پر بھرپور اعتماد کے ساتھ پکار لگائی اُفَوِّضُ اَمۡرِيۡۤ اِلَى اللّٰهِ اور ہر مصلحت کو ٹھکرا دیا، اور پھر فرعون اُس کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔

مردِ مومن نے قوم کو دوبارہ نصیحت کرتے ہوئے کہا: اے میری قوم کے لوگو! میری اتباع میں تم بھی اللہ [ربّ موسیٰؑ و ہارونؑ] کے دین کی پیروی کرو، میں تمھیں سیدھے راستے کی جانب بلا رہا ہوں۔ اے میرے ہم قومو! یہ دنیا کی زندگی تو وہ حقیر پونجی ہے جو چند روزہ اور عارضی ہے۔ ہمیشگی کے

قیام کا گھر تو آخرت ہی میں ہے، جو سکون اور استقرار کا گھر ہے۔ جو کوئی برا کام کرے گا وہ اسی کے بقدر سزا پائے گا اور جو کوئی خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں، نیک عمل کریں تو جنت میں داخل ہوں گے، شرط یہ ہے کہ ایمان والے ہوں، وہاں وہ بے حساب ہر طرح کے انعام واکرام سے نوازے جائیں گے۔ اے قوم، یہ کیسی عجیب ونامناسب بات ہے کہ میں تو تمھیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم لوگ اللہ کے نبی موسیٰؑ کی اتباع ترک کر کے مجھے آگ کی طرف!! [مفہوم آیات ۳۸ تا ۴۱]

تم مجھے اس بات کی دعوت دیتے ہو کہ میں اللہ کی الوہیت و حاکمیت کا انکار کروں اور اُس کے ساتھ ان [مردہ اور زندہ] ہستیوں کو شریک ٹھہراؤں جن کے استحقاق کا نہ مجھے کوئی علم ہے نہ کسی کے پاس اِس کی کوئی دلیل، اس کے مقابلے میں، میں تمھیں عزیز و غفار رب کی طرف بلا رہا ہوں۔ سچی بات یہ ہے کہ جن کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو ان کے لیے نہ دنیا میں کوئی دعوتِ بندگی[۹۱] انھوں نے دی ہے اور نہ آخرت میں وہ کوئی اختیار رکھتے ہیں اور ہم سب کو واپس تو اللہ ہی کے پاس آنا ہے۔ تمھارا اِن جھوٹے معبودوں کی طرف بلانا یقیناً حد سے گزرنا ہے اور جان لو کہ حد سے گزرنے والے آتشِ دوزخ کا ایندھن ہیں۔

جب اُس صاحبِ ایمان شخص نے ان کی خیر خواہی کی اور ان کو بُرے انجام سے ڈرایا اور فرعونیوں نے (سردارانِ قریش کی مانند) اس کی اطاعت نہ کی اور کسی طور اُس کی بات مان کر نہ دی تو اُس نے اپنی قوم (مردِ مومن بھی فرعون کے درباریوں میں سے نکل کر آیا تھا) سے کہا:

آج جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، بہت جلد ہی وہ وقت آئے گا جب تم میری ان باتوں کو یاد کرو گے۔ [اے فرعون اور اُس کے ساتھیو! میں نے یقیناً تم کو دعوتِ حق دے کر تمھارے پندار کو ٹھیس پہنچائی ہے، میں تمھاری جانب سے کسی ناراضگی اور غضب کا خوف نہیں کرتا اور] اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں، وہی اپنے مومن بندوں کے خلاف دشمنانِ حق کی چالوں پر نظر رکھنے والا ہے۔

مردِ مومن نے اللہ کو ہر آن اپنا مددگار پایا، دشمنوں کی چالوں کی آفت سے اُس کو محفوظ رکھا۔

---

۹۱ اوّل یہ کہ ان کو نہ دنیا میں یہ حق پہنچتا ہے اور نہ آخرت میں کہ ان کی خدائی تسلیم کرنے کے لیے خلق خدا کو دعوت دی جائے، دوم یہ کہ انھیں تو لوگوں نے زبردستی خدا بنایا ہے ورنہ وہ خود نہ اس دنیا میں خدائی کے مدعی ہیں، نہ آخرت میں یہ دعویٰ لے کر اٹھیں گے کہ ہم بھی تو خدا تھے، تم نے ہمیں کیوں نہ مانا۔ سوم یہ کہ ان کو پکارنے کا کوئی فائدہ نہ اس دنیا میں ہے نہ آخرت میں، کیوں کہ وہ بالکل بے اختیار ہیں اور انھیں پکارنا قطعی لاحاصل ہے۔ [تفہیم القرآن، سُوْرَۃُ الْمُؤْمِن، حاشیہ ۵۸]

فرعون اور اُس کے ساتھی اللہ کی جانب سے بُرے عذاب کے وبال میں آ گئے۔ فرعونی آتشِ دوزخ کے سامنے ہر روز صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں[92]، اور جب قیامت اپنے وقت پر قائم ہو گی تو حکم ہو گا کہ آلِ فرعون کو بدترین عذاب میں داخل کرو۔ [مفہوم آیات ۴۲ تا ۴۶]

[اے نبیؐ ذرا خیال کرو اس وقت کا جب موسیٰؑ کی اور ہمارے دیگر نبیوں کی دعوت کی] مخالفت کرنے والے لوگ دوزخ میں، آپس میں جھگڑا کر رہے ہوں گے۔ دنیا میں کمزور پیچھے چلنے والے عوام، اپنے بڑے بننے والے لیڈرانِ 'گرامی' سے کہیں گے کہ ہم تو تمھاری اندھی اتباع کرنے والے تھے، تو [ہمیں برباد کر دینے والو!] اب کیا آپ لوگ آگ کے اس عذاب کے کچھ حصے سے ہم کو بچا سکیں گے؟ سردارانِ کفار اپنے متبعین کو جواب دیں گے: اب تو ہم سب اسی ایک آگ میں ہیں، اللہ تو بندوں کے درمیان فیصلہ فرما چکا ہے۔ پھر یہ ساکنانِ دوزخ، جہنّم پر مامور گارڈز سے کہیں گے کہ اپنے رب سے گزارش کرو کہ ہمارے عذاب میں ایک دن کی ہی کمی ہو جائے۔ وہ اِن جھلسنے والوں سے پوچھیں گے: کیا تم تک اللہ کی جانب سے مبعوث رسول، حق کو واضح کرنے والی دلیلیں لے کر نہیں پہنچے تھے؟ اہلِ جہنّم کہیں گے، ہاں، جہنّم کے داروغے بولیں گے: پھر تو اب تم ہی اللہ کو پکارو، اور کافروں کی پکار ضائع ہی جائے گی!

بے شک ہم اپنے رسولوں اور ایمان لانے والوں کی اس دنیا کی زندگی میں بھی لازماً مدد کرتے ہیں، اور [قیامت میں] اس روز بھی مدد کریں گے جب گواہ پیش ہوں گے، جب ظالموں [مشرکوں] کی معذرت بے فائدہ ہو گی اور وہ لعنت زدہ ہوں گے، اُن کا ٹھکانا کیا ہی بُرا ہو گا۔

اے نبیؐ ہم نے موسیٰؑ کی رہنمائی کی اور بنی اسرائیل کو اس کتاب کا وارث بنا دیا، اہلِ عقل کی ہدایت و نصیحت کے لیے۔ پس اے نبیؐ، اس کش مکش میں صبر فرمائیے یقین رکھیں کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے، [موسیٰ کی طرح] آپؐ کے لیے بھی ہماری مدد آ کے رہے گی۔ اپنے گناہ[93] کی معافی چاہو اور صبح و شام اپنے رب کی پاکی بیان کرو، اُس کی تعریف اور شکریے کے ساتھ۔ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ﴿۵۵﴾ [مفہوم آیات ۴۷ تا ۵۵]

---

۹۲ قرآن کے یہ بتانے سے کہ 'وہ روز آتشِ دوزخ پر پیش کیے جاسکتے ہیں' یہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ یہ سارا معاملہ برزخ کا ہے اور جس چیز کو ہم عذابِ قبر کی اصطلاح سے جانتے ہیں وہ دراصل اس دنیاوی قبر میں نہیں بلکہ برزخ میں ہوتا ہے۔

قریش کی جانب سے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مخالفت کی اصل وجہ

اگلی آیات میں یہ بات صاف صاف کہی جارہی ہے کہ تمھارے انکار کی اصل وجہ کوئی معقول دلیل نہیں ہے بلکہ وہ کبرو غرور ہے جو تمھارے دلوں میں بھرا ہے [اور ہر دور میں اہلِ سرمایہ اور حکم رانوں کے دلوں میں اسی طرح کا کبر و غرور بھرا ہوتا ہے]۔ تم یہ اچھی طرح جانتے ہو کہ اگر لوگ محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نبوت تسلیم کر لیں گے تو اُس کے سامنے تو تمھاری بڑائی قائم نہ رہ سکے گی۔ اسی وجہ سے تم ان کو نیچا دکھانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہو۔ کہا جارہا ہے کہ باز آجاؤ ورنہ تم بھی اُسی انجام سے دوچار ہو گے جس سے پچھلی قومیں دوچار ہو چکی ہیں اور آخرت کا بدتر انجام تو مقدر ہے۔

اب کفارِ مکّہ کے اُلٹے سیدھے سوالات کے جواب میں عمدہ اور دل نشین دلائل سے توحید اور آخرت کو ثابت کیا گیا ہے اور یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ یہ لوگ کسی علم اور کسی دلیل و حجت کے بغیر ازلی ابدی سچائیوں کے خلاف خواہ مخواہ جھگڑ رہے ہیں۔ دوسری جانب اُن کے اصلی شعوری اور لا شعوری ذہنی پسِ منظر کو بے نقاب کیا گیا ہے جن کی بنا پر سردارانِ قریش اس قدر مخالفت کر رہے تھے۔ بظاہر تو انھوں نے لوگوں کو یہ باور کرا رکھا تھا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تعلیمات پر یقین نہیں کرتے اور آپؐ کے دعوائے نبوت پر انھیں حقیقی اعتراضات ہیں جن کی وجہ سے وہ ان باتوں کو نہیں مان رہے ہیں۔ لیکن اصل معاملہ یہ تھا کہ محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ساری جنگ اپنی قیادت اور اپنے اقتدار کو بچانے کی جنگ تھی۔

> حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی آیات میں کسی سند کے بغیر جو ان کے پاس آئی ہو، جھگڑا کر رہے ہیں، ان کے دلوں میں گھمنڈ سمایا ہوا ہے، مگر جس کا گھمنڈ رکھتے ہیں وہاں تک پہنچ نہیں سکتے۔ بس اللہ سے پناہ چاہو، وہی حقیقی سننے دیکھنے والا ہے۔ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کو پیدا

۹۳ یہاں قاری ایک دم پریشان ہو جاتا ہے کہ نبی ﷺ سے کس گناہ کی معافی کا مطالبہ ہے؟ یہ نبی ﷺ سے نہیں بلکہ پوری امت سے کہا گیا ہے، کیوں کہ نبی ﷺ پوری امت کے نمایندے ہیں۔ لوگوں کے لیے بے چین ہونا کہ ایمان لائیں ایک فطری بات ہے۔ تاہم یہ بے چینی ایک حد تک رہنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر مطمئن رہنا چاہیے، اُس کے فیصلوں پر کڑھ کڑھ کر اپنی جان کو ہلاک کر لینے سے منع فرمایا گیا ہے۔ بات یہ کہی جارہی ہے کہ اسلام کو پھیلانے اور اقامتِ دین کے لیے بے صبری نامناسب ہے، صبر کے حصول کے لیے مستقل استغفار کرنا، اپنی بے صبری پر معافی چاہنا صبر کی طاقت حاصل کرنے کا ایک عمدہ وسیلہ ہے جسے نبی اور اُس کے امتیوں کو دعوتِ حق کی مہم میں پیہم استعمال کرنا چاہیے۔

کرنے سے زیادہ مشکل کام ہے، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اندھا اور بینا یکساں نہیں ہوتے۔ اسی طرح نیکو کار اور بد کار ایک جیسے نہیں ہوتے، یومِ آخرت کے بغیر نیک لوگوں کی برتری ثابت ہی نہیں کی جاسکتی مگر تم لوگ کم ہی اس بات پر غور و فکر کرتے ہو۔ بے شک قیامت آنی ہے سو آنی ہے، اس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں، مگر اکثر لوگ نہیں مانتے۔ تمھارے رب کا فرمان ہے کہ ہر کام کے لیے اور مصیبت کو ٹالنے کے لیے صرف مجھ ہی کو پکارو، میں تمھاری گزارشیں قبول کروں گا، جو لوگ گھمنڈ میں آکر مجھ سے دُعا مانگنے سے [میری عبادت سے] منہ موڑتے ہیں، وہ جلد ہی رسوا ہو کر جہنّم میں جا پڑیں گے اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴿٦٠﴾ [مفہوم آیات ٥٦ تا ٦٠]

وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمھارے لیے رات تاریک بنائی تاکہ اس میں سکون حاصل کرو، اور دن کو روشن کیا تاکہ اُس میں کام کرو۔ بلا شبہ اللہ لوگوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے مگر لوگوں کی اکثریت شکر ادا نہیں کرتی۔ وہی اللہ تمھارے لیے یہ سب اہتمام کرنے والا تمھارا رب ہے، ہر چیز کا خالق۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پھر تم کیوں کر دھوکہ کھا رہے ہو؟ آج سے پہلے بھی اِسی طرح وہ سب لوگ بہکائے جاتے رہے ہیں جو اللہ کی آیات کا انکار کرتے رہے ہیں۔ اللہ ہی ہے جس نے تمھارے لیے زمین کو رہنے کی جگہ اور آسمان کو چھت بنا دیا۔ جس نے تمھاری صورت بنائی تو بڑی ہی اچھی بنائی اور تم کو پاکیزہ چیزوں کا رزق عنایت کیا۔ تمھارے لیے یہ اہتمامات کرنے والا یہی اللہ تمھارا رب ہے۔ بہت با برکت ذات، سارے جہانوں کا رب۔ [مفہوم آیات ٦١ تا ٦٤]

وہی ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں۔ پس اپنی زندگی کے سارے طور و اطوار کو خالص اسی کی ہدایت کے تابع کر کے اُسی کو تم دُعاؤں میں اور مصیبت میں پکارو، ساری تعریف اللہ ربّ العالمین ہی کے لیے ہے۔ اے نبیؐ، ان لوگوں سے کہہ دیجیے کہ مجھے تو ان ہستیوں کی بندگی سے منع کیا گیا ہے جن، جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو۔ کیوں کر میں یہ کام کروں جب کہ میرے پاس میرے رب کی طرف سے واضح دلائل آچکے ہوں۔ مجھے یہ حکم ملا ہے کہ میں رب العالمین کی کامل تابع داری اختیار کرلوں۔

وہی تو ہے جس نے تم کو پہلی بار مٹی سے پیدا کیا، پھر ہر مرتبہ نطفے کو خون کے لوتھڑے میں تبدیل کرتا ہوا تمھیں بچّے کی شکل میں ڈھالتا ہے، پھر تمھاری پرورش کرتا ہے یہاں تک کہ تم اپنے

شباب کو پہنچ جاؤ، پھر وہ تمھیں بڑھاپے کی منزل تک لے جاتا ہے۔ اور تم میں سے کوئی اس سے پہلے ہی مر جاتا ہے۔ یہ سب کچھ اس لیے کیا جاتا ہے کہ تم اپنی موت کے مقررہ وقت تک پہنچ جاؤ، اور اس لیے کہ تم حقیقت کو سمجھو۔

وہی زندگی بخشتا اور وہی موت دیتا ہے۔ وہ جس کسی بھی معاملے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو بس ایک حکم فرماتا ہے کہ 'ہو جا' اور بس، وہ کام فوراً سے پیش تر ہو جاتا ہے۔ فَاِذَا قَضٰۤى اَمۡرًا فَاِنَّمَا يَقُوۡلُ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ ﴿۶۸﴾ [مفہوم آیات ۶۵ تا ۶۸]

ذرا دیکھو ان لوگوں کو جو اللہ کی آیات میں فضول نکتہ آفرینیاں اور نکتہ چینیاں کرتے ہیں، یہ کہاں گم راہ کیے جا رہے ہیں؟ یہ لوگ جو اس کتاب کی تکذیب کر رہے ہیں اور ان ساری کتابوں کی بھی جو ہم نے اپنے سابقہ رسولوں کے ساتھ بھیجی تھیں؟ بہت جلد انھیں حقیقت معلوم ہو جائے گی جب طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے، اور پاؤں میں زنجیریں۔ وہ کھولتے ہوئے پانی میں گھسیٹے جائیں گے اور پھر آتشِ دوزخ میں جھونک دیے جائیں گے۔ پھر ان سے پوچھا جائے گا کہ کہاں ہیں وہ اللہ کے سوا دوسرے معبودانِ باطل جن کو تم اللہ کے ساتھ عبادت میں شریک کرتے تھے؟ کیا انھوں نے تمھیں کوئی فائدہ دیا یا اُنھوں نے تم سے عذاب کو دور کر دیا؟ وہ بہ حسرت و یاس جواب دیں گے ہم سے وہ سب دور ہو گئے، پھر کچھ سوچ کر انکار کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہم تو اس سے قبل کسی بھی چیز کو نہیں پوجتے تھے۔ اس طرح اللہ کافروں کے حواس کو اُن سے فراموش کرا دے گا۔

اہلِ جہنم کو بتایا جائے گا کہ تم رسوائی کی اس منزل تک اس لیے پہنچے ہو کہ تم زمین میں ناحق اتراتے اور اکڑتے رہے۔ اب گھس جاؤ جہنّم کے دروازوں میں ہمیشہ وہاں رہنے کے لیے، کیا ہی برا ٹھکانا ہے متکبّرین کا۔ پس اے نبی، ثابت قدمی دکھاؤ۔

اے رسول! آپ کو دعوت دینے پر اپنی قوم کی طرف سے جو تکالیف پہنچتی ہیں اُس پر صبر کریں۔ اللہ کا وعدہ پورا ہو کر ہی رہنا ہے۔ اب یا تو ہم تمھاری زندگی ہی میں اُس عذاب کا کوئی حصہ اِن کے اوپر توڑ کر دکھا دیں جس کی وعید تم انھیں سنا رہے ہو[۹۴] یا اس عذاب کو بھیجنے سے پہلے تمھیں موت دے دیں، واپسی تو ان کی ہر حال میں ہماری ہی طرف ہے۔ اے محمدؐ، ہم تم سے پہلے اور بہت سے رسول دنیا میں مختلف قوموں کی طرف بھیج چکے ہیں جن میں سے کچھ کے حالات ہم نے تم کو سنا دیے

[۹۴] جیسا کہ ان آیات کے نزول کے چند ہی سال بعد میدانِ بدر میں سردارانِ قریش کی پہلی صف مکمل طور پر کاٹ دی گئی۔

ہیں اور کچھ کے نہیں سنائے، سارے رسولوں میں ایک قدرِ مشترک یہ تھی کہ کسی رسول کی بھی یہ طاقت و مجال نہ تھی کہ اللہ کی اجازت و مرضی کے بغیر خود کوئی معجزہ دکھانے کے لیے لے آتا، جب اللہ کا حکم آجائے گا تو انصاف کے مطابق فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اُس وقت اہلِ باطل خسارے میں پڑیں گے۔ [مفہوم آیات ۶۹ تا ۷۸]

وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمھارے لیے یہ چوپائے بنائے ہیں تا کہ ان میں سے کسی کو تم سواری کے لیے اور کسی کو کھانے کے لیے استعمال کرو۔ ان کے علاوہ ان چوپایوں میں تمھارے لیے اور دوسرے بھی فوائد ہیں۔ وہ تمھیں منزل مقصود تک لے جانے کے لیے سواری کا بھی کام دیتے ہیں تا کہ تم وہاں جا سکو جہاں جانے کی خواہش تمھارے دلوں میں آئے۔ اور اللہ نے کشتیوں کو بھی تمھارے لیے بنایا، دیکھو کس طرح پانی پر بھی تم سوار کیے جاتے ہو۔ اللہ اپنی قدرت کی نشانیاں تمھیں دکھا رہا ہے، آخر تم اس کی کن کن نشانیوں کا انکار کرو گے۔

اِن کے انکار پر اور اِن کی سرکشی پر حیرت ہے۔ کیا یہ زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں کہ ان کو گزری ہوئی قوموں کا انجام نظر آتا جو ان سے پہلے دنیا میں بس چکی ہیں؟ وہ ان سے تعداد میں بھی زیادہ تھیں، ان سے کہیں بڑھ کر طاقت رکھتی تھیں، اور زمین میں اپنی کامیابیوں اور کارناموں کے ان سے زیادہ شان دار نشان چھوڑ گئی ہیں۔ ذرا بتاؤ کہ جو کچھ انھوں نے دنیا کمائی تھی، آخر وہ ان کے کس کام آئی تھی؟ جب ان کے درمیان مبعوث رسول ہماری واضح آیات لے کر آئے تو وہ بس اسی علم پر نازاں رہے جو ان کے اپنے پاس تھا۔ اور پھر اسی عذاب کی وعید کے وبال میں آ گئے جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔ جب انھوں نے ہمارے عذاب کو اپنے سروں پر طاری دیکھ لیا تو پکار اٹھے کہ ہم اللہ وحدہٗ لا شریک پر ایمان لے آئے اور لگے کہنے کہ ہم اُن سب معبودوں کا انکار کرتے ہیں جنھیں ہم شریک گردانتے تھے۔ مگر اُن کا ایمان ہمارا عذاب دیکھ لینے کے بعد ان کے لیے کسی بھی فائدے کا باعث نہ ہوا، کیوں کہ اللہ کی یہی سنت اس کے بندوں میں ہمیشہ سے جاری ہے۔ یوں اُس وقت کفار نامراد ہو گئے۔

[مفہوم آیات ۷۹ تا ۸۵]

☆☆☆☆☆